’’بوند بوند تماشا‘‘

’’قطرہ قطرہ نل ٹپک رہا ہے۔‘‘

وہ سجدہ کر رہی ہے اور سجدے میں ٹپ ٹپ ہو رہی ہے......اب بالٹی بھری کہ تب......اب پانی بالٹی میں ناک تک آیا کہ آیا......

وہ قیام کر رہی ہے......

اب پانی بہے گا......

وہ رکوع میں ہے......پھر سجدہ......

بوا کی آواز آئی کہ آئی......یا ساس کی......

’’نوشی! نوشی! پانی بہے جا رہا ہے......نوشی! کہاں ہے تو......غضب خدا کا ایک تو پانی آتا نہیں اُوپر سے یہ ناشکری......او نوشی......پانی......‘‘

وہ ناشکری سارے سجدوں......قیام......رکوع......آیات میں......او نوشی......اے نوشی......ٹپ ٹپ......ارے وہ بہا......

سلام پھیرتے ہی دعا مانگے بغیر وہ بالٹی کے پاس آئی جو آدھی بھی نہ ہوئی تھی کو اُٹھا کر ڈرم میں اُلٹا جو نل کے پاس ہی رکھا تھا۔ بوا کے کان بالٹی کے پانی کے بہنے کے انتظار میں ہی لگے تھے کہ پانی باہر نکلے اور وہ اپنی آواز سے ہجوم اکٹھا کریں......اس پانی پر ہنگامہ کرنے کو وہ سب تیار رہتے تھے‘ ویسے اس پانی پر بہت ہنگامے ہو چکے تھے‘ جی ابھی بھی نہ بھرا تھا۔

واپس جا کر اس نے دعا مانگی‘ دعا کا بھی وہی حساب کتاب رہا جو نماز کا رہا تھا۔ ٹپ‘ ٹپ‘ بالٹی‘ اے

لووہ بہا......

وہ اکلوتی بھابی سب کی ۔ بڑے بھائی کے بعد چار بہنیں تھیں جنہیں بیاہ کر ہی بھائی کو فارغ کیا گیا۔ بھائی پینتیس سے بھی اُوپر کے ہو چکے تھے اور نوشی ابھی بھی بیس سے ذرا نیچے کی ہی رہی ۔

پہلا کام جو بھابی کو شادی کے اگلے دن ہی کرنا پڑا' وہ غسل خانے میں رکھی بالٹی کو باہر رکھی ٹنکی سے بھرنے کا تھا۔ کرم نے کہا۔

''سب ہی اپنے اپنے نہانے کے لیے خود ہی بالٹی بھرتے ہیں۔ میرے لیے تم بھر دو۔''

اس نے صحن میں ایک طرف رکھی ٹنکی سے پانی نکال نکال کر بالٹی بھر دی۔ یہ تو پہلا دن تھا ذرا ہلکا رہا۔

کھیر پکانے سے پہلے پہلے وہ کئی سو بار بالٹیوں کو بھر چکی تھی۔ نندیں سب جا چکی تھیں۔ ساس برآمدے کے تخت پر بیٹھی ہمہ وقت نل میں پانی کے آنے اور جانے کا اعلان کرتی رہتی۔ ایک بوڑھی بوا بھی تھیں جو ساس کے قریب ہی بیٹھی رہتیں۔ دونوں کو پانی سے پیار تھا یا پانی کے نام پر اٹھائے حلف پر شہید ہونا چاہتی تھیں کہ یہ نسلی کہانی نوشی کی نسل ابھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ تو اس اتنے سے وقت میں اتنا ضرور ہوا کہ دلہن کو آتے ہی ایک بات اچھی طرح سے معلوم ہو گئی کہ اس گھر میں پانی بہت قیمتی ہے۔ سب دل و جان سے اس پانی کی قدر کرتے ہیں۔ دونوں دیور گھر آتے ہی پہلے پانی کا پوچھتے۔ ڈرم ٹنکی کا ڈھکن اُٹھا اُٹھا دیکھتے۔

''ٹنکی بھری ہے؟''

ٹنکی بھری ہی ہوتی اور کون بھرتا......نوشی......اللہ ہی جانتا ہے کہ شادی سے پہلے اسے کون بھرتا تھا' لیکن اب تو چوبیس سو گھنٹے وہ اسی کے پاس ٹکی رہتی......اسی کی دیکھ ریکھ کرتی......اسی کے چاو چونچلے کرتی پھرتی۔

''نوشی نل ٹپک رہا ہے ٹنکی بھرلو۔'' ساس اعلان کرتیں،

نل کے نیچے بڑی بالٹی دھری رہتی' اور یہ بالٹی وہاں کچھ ایسے تھی جیسے روح میں شیطان۔ نہ بالٹی ہلے' نہ شیطان ٹلے۔ جس رفتار سے پانی آتا تھا' بالٹی کو بھرنے میں بہت وقت لگ جاتا پر ساس اعلان کیے ہی جاتیں...... کیے ہی جاتیں کہ اگر ایک قطرہ بھی گر گیا تو غضب ہو جائے گا۔ دنیا اس قطرے میں بہہ جائے گی...... ڈوب جائے گی...... طوفان نوح آجائے گا...... گناہِ عظیم ہو جائے گا۔ وہ سب دوزخ میں دھکیل دیئے جائیں گے...... انھیں کافرمان لیا جائے گا...... جہنم کے داروغہ ان کے پیچھے لپک لپک آئیں گے۔

''آگ تھا یہ پانی......''

اونچے نیچے ٹیلے ڈھبوں کا علاقہ تھا' زمانوں کے پانی کے پائپ دبے تھے۔ چند ایک گھروں کے بہت پرانے ہو گئے تھے پائپ۔ کئی تو درمیان میں ہی ٹوٹ کر زیر زمین رستے تھے۔ پائپ رہ گئے بہت نیچے اور گھر ٹیلوں پر اُونچائی میں ہو گئے۔ اب بہت ہی پریشر سے پانی آتا تب ہی نل تک آتا۔ نہ آتا تو بس نہ آتا...... مر جاؤ یا مار دو...... ہزاروں روپے لگاؤ...... کھدائی کرواؤ...... پائپ کی نئی فٹنگ کرواؤ موٹر لگاؤ اور پانی کھینچ لو......

لیکن یہ ہزاروں جو کہ لاکھوں لگتے تھے کوئی پانی پر لگانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ چھی پانی پر اتنے پیسوں کی تباہی کیوں......؟

ساس کے زمانے کا ایک بڑا احمام' چار چھوٹی بڑی ٹنکیاں صحن اور برآمدے میں رکھی تھیں۔ اتنے ہی کچن میں چھوٹے بڑے ڈرم' اور کچھ چھت پر...... کچھ غسل خانے میں...... یہاں وہاں بھرنے کے لیے کنوئیں ہر جگہ تھے...... پانی بس نل میں......

ساس کا جی چاہتا کہ پانی ذرا رفتار پکڑے تو صندوق' الماریاں بھی پانی سے بھر دیں۔ اور تو اور منہ

تک سب کو پانی سے بھر کر بیٹھائیں رکھیں......دم گھٹ جائے پانی نہ جائے......

کون نبھاتا ہے ایسی وفاداریاں پانی سے......؟

زیادہ پریشر سے پانی منہ اندھیرے آتا' جب گنے چنے لوگ تہجد کے وقت اٹھنے کی تیاری کر رہے ہوتے۔اس وقت بقول بوا کے ٹنکی آدھ گھنٹہ میں،حمام بیس منٹ میں اور باقی چھوٹے بڑے برتن سب چٹکی بجاتے میں بھر جائے۔اگر کوئی سوتا نہ رہے اور وقت پر اٹھ جائے۔

وقت پر کون اٹھے......؟؟

سسر یا دیور؟؟ وہ سارا دن کے تھکے ہوئے باہر کے ہزار کام کر کے گھر آتے۔اب وہ گھر کے کام بھی کریں گے تو عورتیں کیا مجرا کریں گی؟

نوشی نے سنا تھا کہ اس کے آنے سے پہلے سسر یہ کام کرتے تھے۔شادی کے بعد چند مہینے سسر اٹھتے رہے پھر تنگ آ گئے' بولے۔

''میں اس مشقت سے تنگ آ چکا ہوں۔''

نوشی کو ان پر ترس آیا' کرم کو کہا وہ اٹھا کرے۔الٹا اس نے پیاری بھری آواز میں کہا۔

''تم کیوں نہیں اٹھ جاتی؟''

سسر بیمار ہو گئے۔پانی کے لیے ہاہا کار مچی۔پہلے نوشی پچھتائی' پھر رونے لگی۔

''اگلے دن وہ اٹھی بالٹی بھر بھر ٹنکیوں میں انڈیلی' پھر حمام بھرا۔سب بھر گیا تو باورچی خانے میں رکھے ڈرموں کی باری آئی۔اس دوران وہ اونگھ اونگھ جاتی رہی۔خیر بوا کے کہے مطابق اس سے نوشی کا ہی فائدہ ہوا نا کہ اسے فجر کے وقت اٹھ کر جلدی جلدی کام نہیں نپٹانے پڑے۔آٹا گوندھ لیتی......بالٹی انڈیل آتی......کپڑے دھو لیے......بالٹی انڈیل دی......کمرہ جھاڑ لیا......بالٹی انڈیل دی......

کس کا فائدہ ہوا بھلا......نوشی کا......اور کتنا......اس کا حساب ابھی ہونا تھا۔

باری باری سب اٹھتے جاتے' بالٹی بھرتے جاتے' نہاتے جاتے۔ جب تک سب ناشتا کر کے جا چکے ہوتے' کچن کا برتن برتن خالی ہو چکا ہوتا' ٹینکی میں پانی پیندے سے جا لگتا۔ اب پھر قطرہ قطرہ پانی ٹپکتا......بس ٹپکتا ہی رہتا......

''نوشی! بالٹی بھر گئی۔'' ساس اور بوا برآمدے میں بیٹھیں پانی کی چاکری کرتیں' ذرا نہ چوکتیں۔

''جی اچھا!''

کچن کی کھڑکی سے وہ بالٹی کو ہی دیکھ رہی ہوتی، پھر بھی نکل کر دیکھتی،

''ابھی آدھی ہوئی ہے۔''

''آدھی ہی انڈیل دے تو اپنے دھیان میں لگی رہی اور پانی بہہ گیا تو؟'' بوا ہنٹر نما ہنکارا بھر کر کہتیں۔

لو کر لو بات......جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی' اور سب بھلے سے کتنے ہی اپنے اپنے دھیان میں لگے ہوتے تھے' پانی کا ایک قطرہ نہیں بہنے دیتے تھے۔ کوئی مر بھی رہا ہوتا' تو رُک کر بھری بالٹی انڈیل کر' موت کے رنگ سنگ ہوتا۔ وہ کچن میں کام کرتی' سبزی' سالن بناتی' اپنے کمرے کی صفائی' گھر کے دوسرے کام کرتی، کرم کے' دیوروں کے کپڑے استری کرتی، کھانا کھاتی حتی کہ اُوپر چھت پر لیٹرین بھی جاتی تو ساتھ ساتھ بالٹی ضرور انڈیلتی جاتی تھی۔ آ آ کر انڈیلتی تھی۔ مذاق تھا بھلا کوئی؟ پانی تھا پانی۔

سسر کہتے، ''پانی کی قدر کیا کرو بچوں! ایک زمانہ دیکھا لوگوں نے کہ پانی پر جنگ ہوئی......پھر خون بہا خون......''

خون بہہ رہا تھا نا......نوشی کا......اور جنگ بھی جاری تھی۔ پانی کے ساتھ اس کا رشتہ ایسے جوڑ دیا تھا' جیسے اسی سے اس کا نکاح ہوا ہو۔ منہ دکھائی میں ملا ہو۔ بالٹیاں' ڈرم' ٹینکیاں' اس کا حق مہر تھیں' گرمی' سردی' بہار' خزاں تھی ں......اس کی سانس......اس کی دھڑکن تھیں......

دیور آتے ہی ٹنکی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھتے تو بوا فوراً پچکارتیں، ''نہا لے......نہا لے......''

کارخانے میں کام کرتے تھے دونوں' ان کا حق بنتا تھا نہانا۔ گھر کا صحن بارش کے دنوں میں ہی دھلتا تھا۔ صحن کی سرخ ٹائلیں بارش کے دنوں میں ہی سرخ نظر آتیں' ورنہ مٹی سے اٹی رہتیں۔ نوشی کو گھبراہٹ ہوتی۔ وہ کوشش کرتی کہ جلدی جلدی سب بھر جائے تو وہ دو بالٹیوں سے صحن کو دھو ڈالے ۔ کچھ مٹی چھٹے تو سانس آئے۔ مگر ہوتا یوں کہ جیسے ہی سب بھر جاتا جو کہ بہت کم ہوتا۔ بوا اٹھتیں۔

''اچھا ہوا، اب میں نہا لیتی ہوں۔''

وہ نکلتیں تو ساس چلی جاتیں' ساتھ ایک دو کپڑے دھو ڈالتیں' بھاڑ میں گیا فرش۔ وہ اونی سویٹر سے بھگو بھگو کر ٹائلیں رگڑتی۔

''کیوں اتنا پانی ضائع کر رہی ہے نوشی!''

فرش رگڑ رگڑ کر اس کی جان نکلی جا رہی ہوتی اور مصیبت فکر پانی کی لگی ہوتی۔

برسات آئی۔ موسلا دھار بارش میں پانی بھرنے میں وہ بھیگ کر تر بتر ہو گئی۔ غسل خانے کے باہر نلکا لگا تھا۔ پانی کا پریشر اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ پائپ لگا کر ہی سب بھر لیتی۔ کچن میں رکھے ڈرم بھرنے کے لیے اس نے کرم کو کہا کہ وہ مدد کرے' پر وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ ذرا فارغ ہو کر مجھے حلوہ بنا دو۔

وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ اس کا پیر باورچی خانے کے فرش پر پھسلا اور اس کی کلائی کی ہڈی تڑخ گئی۔ بالٹی ہاتھ سے چھوٹی۔ کلائی سے زیادہ سب کو اس پانی بھری بالٹی کے گرنے کا غم ہوا۔

نوشی بھاگی اپنے میکے ہفتہ رہ کر آئی۔ اس نے اماں کو اپنے درد کی لمبی لمبی داستانیں سنائیں۔ درد صرف ایک ''پانی'' کا۔ دکھ صرف ''پانی کے نہ ہونے'' کا۔ قصہ صرف ''ٹپ ٹپ'' کا۔

وہ ملتان سے شادی ہو کر بڑے گوا آئی تھی۔ شہر بدلا' نصیب بھی بدلا کہ اس کا نصیب ہی پانی پانی ہو گیا۔ اماں کے گھر پانی کا ایسا مسئلہ نہیں تھا۔ اس نے تو زندگی میں کبھی پانی کے اتنے جھمیلے نہیں دیکھے تھے'

جن میں اب جی رہی تھی۔خوب روئی اماں کے آگے۔ ہاہا کار مچائی کہ بہنیں رو رو پڑیں کہ کیوں بیاہ دیا اس بے چاری کو۔ایسا ہی ضروری تھا تو انسانوں میں بیاہ دیتیں۔

اماں رات بھر کروٹیں لیتی رہیں، ابا کی چہل قدمی نہ تھمی۔

اماں نے جیسے تیسے ادھر ادھر سے پیسے پکڑ کر اسے دیے کہ کرم کو دے کر موٹر لگوا لینا۔خوشی سے اسے ساری رات نیند نہ آئی۔اب وہ مزے سے دوپہر کو سویا کرے گی۔صبح کو آرام سے اٹھا کرے گی۔ پیسے لے کر خوشی خوشی گھر آئی۔ کمرے میں کرم کو بٹھا کر چپکے سے بتایا۔اس نے فوراً سارے پیسے لے لیے۔

''جاتا ہوں پتا کرتا ہوں کتنا خرچا آتا ہے۔''

وہ ابھی گیا بھی نہ تھا کہ بات سب کے کانوں تک چلی گئی۔ساس نے ہاتھ نچا نچا کر اس سے پوچھا۔

''جو اتنے گھنٹے موٹر چلے گی اس کا بل کون دے گا؟''

''یہ جو نل لگا ہے اس کا بل تو نہیں بھرنا پڑتا نا۔''

بوا کی دلیل پر سب عش عش کرنے لگے......واہ......کمال ہو گیا۔

کرم بات جلدی سمجھ گیا۔نوشی کی اماں کے دیے ہوئے پیسے کرم نے جیب میں ڈالے اور پرانی موٹر سائیکل بیچ کر نئی لے لی۔ یوں موٹر آ گئی۔سڑک پر دوڑنے والی......دو پہیوں کی...... پانی کی موٹر گئی بھاڑ میں......

☆ ☆ ☆

ایک دن ایسا ہوا کہ گھر بھر میں پانی ختم ہو گیا۔اس دن دوپہر میں نل میں ایک قطرہ پانی بھی نہیں آیا تھا۔اس نے جو رات کو روٹی کھائی تو نوالہ حلق کو جا کر لگا اور کھانستے کھانستے وہ ادھ موئی ہو گئی لیکن ایک گھونٹ پانی نہ ملا گھر بھر میں۔ وہ بھاگی ساتھ والوں کے گھر اور جگ بھر پانی پی کر آئی اور پھر صحن میں بیٹھ

کر رونے لگی۔ سر پر ہاتھ رکھ لیا جیسے کسی کی جان گئی ہو' جنازہ اٹھا ہو......

وہ بس روئے جا رہی تھی......

دیور کھانا کھا کر کب کے سونے جا چکے تھے۔ سسر چھت پر ٹہل رہے تھے......اور وہ روئے جا رہی تھی......

دنیا کہاں کی کہاں جا پہنچی......جنگل منگل ہو گیا......اندھیرے روشن ہو گئے......چاند ستارے زمین ہو گئے اور اے آدم! تو ایک پانی کے لیے آگ لگا رہا ہے......اے عورت! تو ابھی بھی رو رہی ہے...... پانی کے لیے رو رہی ہے...... تیرا نصیب برا نہیں ہے تیری فطرت بری ہے......تو بزدل ہے...... رو اور رو......ٹپ ٹپ بہا دے خود کو......تجھ میں ہے کیا کہ تجھے سینت سینت ذخیرہ کیا جائے......تیری اوقات کیا ہے......ہاں بس......یہی رونا......اور رو......رو......

بوا دوپٹا کھول کر خود پر پھیلا کر سونے کے چکر میں تھیں۔ اُسے روتے دیکھ رہیں تھیں اور نہیں بھی۔

''کیوں رو رہی ہے؟ ایسا کیا ہو گیا تیرے ساتھ؟ کون سا انوکھا عذاب نازل ہوا تجھ پر...... اکیلی ہے کیا جو بھگت رہی ہے......؟ بول......ہم نے اتنا عرصہ نہیں بھرا' تو نے بھر لیا تو کیا نیا کیا؟ ہمارے وقت میں تو یہ نل بھی نہ تھا۔ نجانے کہاں کہاں سے بھر کر لاتے تھے۔ کن کن راستوں سے گزرتے تھے' کیسی کیسی نظروں سے گرے تھے۔ ہم نہیں ہوئے کیا پانی پانی؟ کیا ہمارے لیے آگ نہیں بنا موا یہ پانی؟ ہم نے کیا بہشت میں زندگی گزاری ہے؟ تو گھر بیٹھے بھر رہی ہے اور شکر نہیں؟ آج کے زمانے کی عورت بڑی ناشکری ہے اسی لیے لعنتی ہے......لعنت ہے تجھ پر ناشکری عورت......''

''ہماری تو عمریں گزر گئیں ہم تو نہ روئے' نہ تھکے نہ واویلا کیا۔ اور کرتے بھی کیوں۔'' ساس بھی کچھ یہ کہنا چاہتی تھیں۔

کرم کمرے میں لیٹا سستا رہا تھا۔ ٹی وی کی آواز گھر بھر میں گونج رہی تھی۔ ایک دیور کی آواز بھی

گونجی،

''اوے کرم! یار آواز تو کم کر نیند نہیں آ رہی۔''

آواز کم ہوگئی......وہ بیٹھی سسکتی رہی......

''نوشی! نوشی!'' برآمدے کے تخت اور چارپائی سے دو آوازیں آگے پیچھے آ رہی تھیں۔رات وہ روتے روتے سوگئی تو آنکھ ہی نہ کھلی

''پانی آگیا بھرلے۔''

وہ ڈھیٹ بنی لیٹی رہی۔بوا اٹھیں کہ ساس، بالٹی کو دیکھا کہ بھر تو نہیں گئی اور پھر اس کے سر پر آ کر کھڑی ہوگئیں۔

''نوشی! اُٹھ......پانی آگیا......''

وہ نہ اُٹھی......کیوں اُٹھے......؟

''اٹھتی کیوں نہیں؟''

کرم غنودگی میں ہی دھاڑا۔نیند سے اُٹھ کر آیا تھا نا۔رات بھر اُس کے رونے سے سو نہ سکا تھا۔

وہ چیخ کر اٹھی، دو بالٹیاں بھر کر غسل خانے میں گھس گئی۔خوب جی بھر کر نہائی۔بوا اور ساس دہل گئیں۔

''اتنا پانی! ٹنکی تو بھر لیتی پہلے۔''

جب تک وہ باہر نکلی۔دونوں نے ہی باری باری اٹھ کر بالٹی انڈیلی۔پانی چلا گیا۔نہ ٹنکی بھری گئی نہ ہی کوئی اور بڑا برتن۔سب بنا نہائے ہی چلے گئے۔دوپہر کے بعد کہیں پانی آیا۔اس وقت تک وہ دونوں اسے پیر کی جوتی برابر کم زات بنا چکی تھیں کہ وہ باؤلی سی ہوگئی۔

''کیا ضرورت تھی مجھے اتنا غصہ کرنے کی؟''

باولی ہوئی خود کو کوسنے لگی۔ پانی آیا تو سارا غصہ بھول کر ڈرم بھرنے لگی۔ فارغ ہوئی تو چھت پر بنی لیٹرین میں چلی گئی۔

''یہ اتنی اتنی دیر اوپر کیا کرتی ہے؟'' بوا کوئی دس بار سر اُوپر کی طرف کر کے کہہ چکی تھی۔

''بالٹی بھر گئی ہے نوشی! آ جا...... آتے ہی وہ سب نہائیں گے۔''

''نوشی! نوشی!''

آوازیں گونجیں، پر نوشی نہ آئی۔

''نوشی!''

ساس برآمدے سے نکل کر صحن میں آ کر چلانے لگیں۔ اُوپر چڑھنے کو تھیں کہ وہ جیسے ہڑبڑاتے ہوئے سیڑھیاں پھلانگتی نیچے آئی۔

''کب سے پانی بہہ رہا ہے۔''

ایسے کہا کہ جیسے پانی نہیں کسی کا خون بہتا رہا ہو

اب وہ نماز پڑھتی اور پانی کے لیے دعا کرتی۔ نئے ٹیوب ویل کے لیے منتیں مانگتی۔ بوا اور ساس کو اس کی گود کی پڑی تھی اسے نل کی۔ نل گود سے زیادہ پیارا ہو گیا۔ دربار میں پانی کی موٹر کے نام کا دیا جلا کر آئی......

عورتیں کپڑے گہنے کی باتیں کرتیں، خواب دیکھتیں اور اسے پانی سے بھری بالٹی، ڈرموں کا خیال للچائے رکھتا۔ اس کے خواب میں ایک موٹا سا پائپ اور پانی کی تیز دھار ہوتی اور وہ پودوں پر بوچھاڑ مار رہی ہوتی۔ اس کا جی چاہتا کہ پانی سے بھرا حوض ہو اور وہ اس میں ڈوب مرے۔

اس سے پیاری موت اور کیا ہو گی...... وہ سمندر میں ہے اور یہ بڑی مچھلی اُسے کھا رہی ہے......

شڑپ شڑپ...... چھل چھل پانی پانی......

کئی دن گزرے پھر نوشی......نوشی ہوئی۔ صحن میں کھڑی دونوں گلا پھاڑ رہی تھیں۔ وہ منڈیر پر آئی، نیچے جھانکا اور پھر نیچے آئی تو دنگ رہ گئی۔ ددنوں کی پتلیاں اس کی اوقات کے سبھی غلیظ راز اگل دینے کو تھیں بس۔

''تو اتنی اتنی دیر کیا کرتی ہے اوپر؟''

انہوں نے پوچھ ہی لیا۔ جواب دیئے بغیر وہ سبزی بنانے لگی۔ بوا نے اپنی بھاوج کو دیر تک تاڑا۔

''وہ ساتھ والوں کا قمر چھت پہ ہی چڑھا رہتا ہے بھاوج! اور چالیس کے پیٹے کا رنگین مزاج کنوارہ اسلم بھی اور وہ اُدھر کی چھت والا اور وہ ادھر تین گھر چھوڑ کر......اور......اور......''

بوا اتنا کچھ جانے بیٹھی تھیں......بوا اتنا کچھ سمجھ چکی تھیں......کہ......

''دوپٹا نیچے ہی کیوں چھوڑ جاتی ہے؟'' ساس نے سب سمجھ کر پوچھا

''وہاں کہاں لٹکاؤں؟''

وہ پانی پانی ہو گئی۔ دونوں کی آنکھوں میں جو رنگ تھے وہ اُسے زنگ آلود کر رہے تھے۔ اس پر تازیانے برسا رہے تھے۔

''سارے زمانے کی نظریں پڑتی ہیں۔'' ساس کو اس کا جواب بہت برا لگا۔

موئی......اے عورت......

☆ ☆ ☆

میکے سے ابا اور بھائی آئے۔ بہانے بہانے سے کہتے رہے کہ پائپ کے لیے کھدائی مل کر لیتے ہیں، پھر موٹر لگا لیں گے۔ سہولت رہے گی۔ سارے بیٹھے ہوں ہاں کرتے رہے۔ ان کے جاتے ہی وہ فساد شروع ہوا کہ نوشی کا جی چاہا پانی کی ٹنکی میں منہ پر کپڑا باندھ کر کود جائے اور ڈوب مرئے اور انہیں اگلے دن پانی نصیب نہ ہو۔

لیکن وہ اپنا دم گھوٹ سکی نا ڈوب مری...... ہاں ان سب کو اگلے دن بھر بھر پانی دیا۔

ساتھ والوں نے موٹر لگوالی تھی۔ ان کی لڑکی جوہی سے نوشی کی علیک سلیک تھی۔ شام ہوئی تو پائپ لے کر آ گئی۔

''بھابی! بھر لو سب کچھ۔ بھائی نے کہا ہے' اتنا تیز پانی ہے کہ آدھے گھنٹے میں ہی سب بھر جائے گا۔''

کہا اور پائپ ٹنکی میں لگا دیا۔ ٹنکی فٹافٹ بھر گئی۔ اندر باہر کے بھی سب فٹافٹ بھر گئے۔ ٹھیک ہی کہا تھا بھائی نے۔

اس نے پائپ سے فرش دھو ڈالا۔ فرش جگمگ کرنے لگا۔ بنا برسات کے ابر برسا اور خوب برسا۔ اس سے خوشی سنبھالی نہ گئی۔ جوہی سارا وقت بھائی بھائی کرتی رہی۔ ''بھائی نے کہا ایسے کر لیتے ہیں' ویسے کر لیتے ہیں۔'' وہ خوشی سے کان لگا کر سنتی رہی۔ آخر بھائی کی ہی مہربانی سے آج اس پر مہربانی ہوئی تھی۔ بھائی بھائی کرتی جوہی چلی گئی۔ بھائی بھائی کی سنتی نوشی لمبی تان کر سو گئی...... نل بہتا رہا...... ٹپ ٹپ ہوتی رہی......

اب نوشی' جوہی کی راہ تکا کرتی تھی۔ وہ آجاتی تو اچھی طرح سے بات کرتی۔ اس سے قریب سے قریب ہونے کی کوشش کرتی۔ دوستی بڑھا لی۔ دونوں ہنستیں' گنگناتی رہتیں۔ کبھی نوشی پانی کی بوچھاڑ اس پر کر دیتی تو جوہی خوب ہنستی...... ہنسی کے دن آ گئے تھے...... نظر نہ لگے......

''بھائی نے کہا کہ موٹر کا بل اگر ہم دونوں مل کر دے دیں۔''

''اے بچی! سنیہ اپنا بھائی نامہ لے کر یہاں نہ آیا کر۔'' کانوں کی طرح بوا کی زبان بھی تیز تھی۔

ٹب بالٹیاں بھری پڑی تھیں پھر بھی نوشی کو ڈوب مرنے کے لیے چلو بھر پانی نہ ملا۔

وہ بھائی نامہ لے کر چلی گئی' نقصان نوشی کا کر گئی۔ رات میں سب اکٹھے ہوئے تو دیوروں نے

اسے خاصی کڑی نظروں سے گھورا۔

''بھابی! شرم نہیں آئی تمہیں؟''

وہ سمجھ پاتی تو شرم سے پہلے مرجاتی۔

''وہ قمر تمہیں پانی کا پائپ کیوں بھیجتا ہے؟'' ڈنگر کی طرح نوالہ نچوڑتے کرم نے پوچھا۔

منہ کالا ہو اس پانی کا...... خدا کی مار پڑے ایسے پانی پر......

نوشی رات گئے تک سوں سوں کرتی رہی۔ وہ دنیا کی پہلی عورت ہوگی' جو پانی کی چاہ میں نین مٹکا کرے گی؟ کرم پتا نہیں کیوں برداشت کر گیا۔ ورنہ ایسی عورت کو تو نکال باہر کرتا۔ بھلا کون رکھتا ہے ایسی عورتوں کا...... ہونہہ...... بے غیرت کرم......

''نند کے یہاں بیٹا ہوا تو ساس اور بوا' دونوں وہاں چلی گئیں۔ نوشی کے پاس چند سو روپے تھے۔ جو ہی کو بلوا کر اس کے ہاتھ میں دیے چپکے سے۔ پائپ لگوا کر پانی بھرا اور لمبی تان کر سو گئی۔ نل کا بوند بوند پانی بہہ رہا تھا۔ اس نے خوب بدلہ لیا پانی سے۔ اسے بہنے دیا۔

اگلے ہی دن صبح دونوں واپس آ چکی تھیں۔ اب کرم کے ساتھ اسے جانا تھا۔ منہ اندھیرے پانی بھر کر وہ کرم کے ساتھ آ گئی۔ نند دوسرے شہر رہتی تھی۔ راستے میں وہ اور کرم اونگھتے رہے۔ نند کے گھر گئی، ذرا سب ادھر ادھر ہوئے اور وہ نند کے پلنگ پر بچے کے پاس جگہ بنا کر سو گئی۔ نند کو بڑا غصہ آیا۔ جھنجھوڑ کر اسے اٹھایا۔

''میرے سسرال آئی ہو' اپنے گھر نہیں ہو کہ جہاں جی چاہا اونگھ لیا۔''

وہ اٹھ بیٹھی، سارا جہاں ہی اس کا سسرال تھا، اس کی قبر بھی اس کا سسرال ہوگا۔ جہنم میں بھی ساس' بوا اور ٹپ ٹپ نل ہوگا۔

نند کے جیٹھ کا بچہ گلاس بھر بھر پانی گلی میں پھینک رہا تھا' اسے غصہ آیا بچے کو جھڑک دیا...... بچہ

رونے لگا نند کو اور غصہ آیا۔

''یہ تمہارا گھر نہیں ہے بھابی! کہ جان جائے' پانی کی بوند نہ جائے۔''

کیا مار ماری تھی نند نے کہ وہ بلبلائی بھی اور جھنجھلائی بھی۔

راتوں کو اس کی نیند پوری نہ ہوتی تھی۔ اس کا جی چاہتا جلدی سے مر جائے اور جی بھر کر اپنی نیند پوری کرے۔ ٹانگیں پھیلائے' آنکھیں بند کیے بس بے سدھ سو جائے۔ وہ موت کے سپنے دیکھتی ...... قبر کو خواب میں دیکھ کر خوش ہو جاتی ...... آہ! اب آئے گا مزا ...... اب کون اٹھائے گا، اب کیا بہے گا ......

جو ہی کا آنا جانا بالکل ہی بند ہو گیا تھا۔ خاص کر اس دن کے بعد سے جب بوا نے لحاظ کیے بنا کہہ دیا کہ بچی یہاں نہ آیا کر اور پھر سرگوشیاں کیں ساس کے کان میں۔ نوشی اگر وہ سرگوشیاں سن لیتی تو رات ہی رات میں سر کے بال سفید کر لیتی یا دیدوں کی شرم بیچ کھاتی۔

بھاگ جاتی، جل مرتی۔ زہر کی قاش پھانک لیتی ورنہ' بجلی کی ننگی تاریں اپنی ہتھیلی میں گاڑ لیتی۔

وہ بہری تھی' اسی لیے تو زندہ تھی ......

مہینوں بعد اماں کے چکر لگا لیتی تو وہی اس کی عید ہوتی۔ غسل خانے میں گھسی رہتی ورنہ سوتی رہتی۔

''اتنا سونے لگی ہے تو نوشی؟'' اماں پوچھتیں۔

وہ ہنس دیتی' کبھی رو دیتی۔

اس دن ایسا ہوا کہ منہ اندھیرے بھی پانی نہ آیا۔ بمشکل چند بالٹیاں بھریں۔ برتن' کپڑے' سارا کام پڑا رہا۔ دوپہر میں جا کے نل ٹپ ٹپ ٹپکنے لگا۔ موڑھے پر بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑ گئی۔ اپنے بستر پر جا کر آرام کرتی تو آنکھ لگ جاتی۔ پانی آتا اور بہہ جاتا تو فساد ہوتا۔ ساس اور بوا مل کر چنگھاڑتیں۔ نیند بھی جاتی اور غصہ بھی نکلتا۔

دیوار سے سر ٹکائے ٹکائے وہ اونگھنے لگی۔ بالٹی بھر گئی۔ سات نسلوں کو بھی سلا کر اگر وہ دونوں سوئی ہوتیں تو ایسے پانی بہتا دیکھ کر اٹھ جاتیں۔ وہی ہوا بوا فوراً اٹھ بیٹھیں' آواز دی۔ وہ اٹھی پانی انڈیل کر موڑھے پر آ کر بیٹھ گئی۔ جیسے ہی بوا نے پھر آنکھ جھپکی وہ بالٹی لے کر چھت پر چلی گئی۔

ٹپ ٹپ ٹپکتے' پانی بالٹی سے باہر آنے لگا۔ غضب ہوا' بوا چلانے لگیں۔ اس کا اتا نہ پتا' دونوں گھٹنے پکڑے اٹھیں۔ باورچی خانے میں دیکھا' اگلے پچھلے کمروں میں دیکھا۔ غسل خانے کا دروازہ کھلا ہی تھا' اوپر چھت کی طرف منہ کر کے آوازیں دیں' مگر کوئی سن گن نہ ملی۔

وہ دونوں تو چھت پر چڑھ ہی نہیں سکتی تھیں۔ ان کے لیے غسل خانے میں ایک طرف چھوٹا فلیش لگوایا تھا۔ یہاں بھی پانی کا ہی مسئلہ تھا۔ ایک' دو بار استعمال کر لیتے تو بدبو سارے گھر میں پھیل جاتی تھی۔ ان دونوں کی تو مجبوری تھی' باقی سب کو اُوپر ہی جانا پڑتا۔

اب وہ کہاں گئی......نوشی ...... لعنتی عورت ......ناشکری......

بوا نے تو عرصہ پہلے ہی ایسے واقعہ کی پیش گوئی کر رکھی تھی۔

کیسے واقعہ کی؟ اس حرافہ کے چال چلن کی۔ کبوتری بنی چھت پر مٹر گشتی کرتی ہے۔ اس کے' اس کے دانے چگتی ہے۔ یہاں' وہاں' پر پھیلا کر ناچ کر دکھاتی ہے۔

شام کا وقت تھا سسر' دیور آگے پیچھے آئے۔ بوا صحن میں بیٹھی ہاتھ مل رہی تھیں۔

"دیکھا بھاوج بھاگ گئی نا...... میں تو کب سے کہہ رہی تھی پر کوئی سمجھے بھی ...... ہائے گئی عزت......کٹ گئی ناک......"

دیور آپے سے باہر ہونے لگے' گھر سے باہر لپک لپک جاتے' ساس نے بمشکل قابو کیا۔

نوشی چلی گئی...... بھابی چلی گئی......

کرم کو فون کیا وہ بھاگا آیا۔

''کیسے بھاگی......؟؟'' کرم نے عجب بکواس کی۔

یہ عورتیں کیوں بھاگ جاتی ہیں؟ کمروں سے چھت پر......سرنگوں سے کھڑکیوں تک......دیواروں سے روشن دانوں سے نکل جاتی ہیں۔ چاند پر نظر رکھے آسمان کی طرف بھاگ بھاگ جاتی ہیں۔ کھڑکیوں میں کھڑے ہو کر لمبی لمبی سانسیں کیوں لیتی ہیں؟ بستروں سے لگی زمین کے راستے باہر کیوں نکل جانا چاہتی ہیں؟

''کس کے ساتھ بھاگی؟'' صحن میں کھڑا کرم دھاڑ رہا تھا۔

بوا' بھائی' بھائی کا قصہ ہوا میں چھوڑ رہی تھی۔

''میں نے کہا بھائی! نوشی بھابی کے پانی بھر آؤں؟ بھائی بولے ہاں ہاں جاؤ سارا دن بے چاری پانی بھرتی رہتی ہیں ایک پل کو سانس نہیں......اپنے گھر میں تو ایسے نہیں بھرتی ہوں گی نا۔ کچھ آرام ملے گا......جاؤ پائپ لے جاؤ......حال احوال رکھا کرو ان کا۔ کمزور سی ہیں' اتنی وزنی بالٹیاں اٹھاتی ہیں......گرمی سردی ایک ہی کام سے لگی رہتی ہیں......''

بھائی نے اتنا کچھ کہا یا نہیں' لیکن بوا ضرور کہہ رہی تھیں۔ دیور بھڑک بھڑک جا رہے تھے۔ کرم کمرے میں جا کر ستانے لگا۔ وہ ہر معاملے میں ہی سست تھا۔ بوا اور ساس بیٹھی اس کے چال چلن کے قصے سنا رہی تھیں اور وہ بھلا مانس اونگھ رہا تھا۔ ساس نے جا کر اسے جھنجھوڑا ' بھائی الگ غیرت دلانے لگے۔

وہ گئی......وہ گئی......ارے بھاگ گئی......

''میں کیا کروں؟''

وہ سستی مارا تپ گیا۔ اس سے بڑھ کر نوشی کی کیا اوقات ہو گی بھلا؟

بوا کے قصے ختم ہونے میں نہیں آ رہے تھے کہ کیسے وہ گھنٹہ گھنٹہ' بغیر دوپٹے کے چھت پر اڈاری بھر کر

آتی تھی۔فلاں چھت کا رنڈوا،فلاں کا کنورا،فلاں کا لونڈا' اپنی اپنی چھتوں پر چڑھے رہتے تھے۔کہا تھا دوسرے شہر کی نہ لاؤ۔دس پڑھی ہے' بس ہمیں پڑھا کر جائے گی۔پر نہیں......اب سر اٹھا کر نکلو ذرا گلی میں......کھاؤ جوتے......

بوا شادی کے کئی سالوں تک بے اولاد رہی تھیں' پھر بیوہ ہو گئیں۔ان کی آنکھ کے کمان میں ایسے تیر تھے جو عین نشانے پر جا کر لگتے تھے۔وہ یہ تک جان جاتی تھیں کہ کم بخت ماری یہ عورتیں خوابوں میں کیا کیا گل کھلاتی ہیں......

واہ سیانی بوا......

نل سے بوندیں ٹپک رہی تھیں......بالٹی بھر گئی......دیور نے اٹھا کر ٹنکی میں انڈیل دی۔

ابھی بھی بوند بوند ٹپکتے پانی کی فکر اولین تھی......

کرم نے اس کے میکے فون کیا۔پہلے گالیاں دیں' پھر بات بتائی۔نوشی کی اماں سنتے ہی بے ہوش ہو گئی۔

''کہاں گئی نوشی؟ ہائے! مار ڈالا ہوگا اُسے۔کہیں دبا دیا ہوگا' اب کہتے ہیں بھاگ گئی۔''

''بھاگ گئی اور کیا۔'' کرم روٹی کھا چکا تھا' اس لیے پھر سے دھاڑنے لگا۔

''کیوں بھاگے گی وہ؟'' نوشی کا بھائی چلایا۔

''کیا کیا ہے تم نے اس کے ساتھ؟ کہاں مار کر دبایا ہے بھونکو کتوں؟''

دو گالیاں ادھر سے دو گالیاں ادھر سے۔نوشی سامنے ہوتی تو ضرور پوچھتی......

''گالیاں دے رہے ہو......تمہارے لیے بوند بوند پانی جمع کیا۔ہزاروں بار ٹنکی بھری کہ تم گرد سے آزاد ہو جاؤ۔معلوم ہے کتنی مصیبت سے ایک بالٹی بھرتی ہے؟ معلوم ہے اس پانی کی کیا قیمت ہے؟؟ آگ اکھٹی کرتی رہی ہوں میں۔خود کو جلا بیٹھی ہوں......عزت گنوا بیٹھی ہوں......اور اب......ایسے

باتیں کرتے ہو......آگ کو پانی کیا ہے میں نے۔اب تہمت لگا رہے ہو؟

اتنے سوال کرتی نوشی کہ جواب دیتے دیتے وہ پانی پانی ہوجاتے۔ پر پانی پانی بھی وہی ہوتے ہیں جو پانی کی طرح بہتے ہیں، جو جوہڑوں کی طرح رکے ہوئے تو بدبو ہی دیتے ہیں بس۔

سسر نے بالٹی بھری اور اوپر چھت کی طرف لپکے۔

''یہ لیٹرین میں کون ہے۔؟''

منڈیر سے سر نیچے کی طرف کر کے بولے۔

''کون ہوگا۔'' دونوں دیور اور کرم اوپر لپکے۔

کوئی......چور......لٹیرا......کون چھپا بیٹھا ہے......رات ہونے کو آئی ہے......

سوائے لیٹرین کے استعمال کے، چھت پر کوئی جاتا ہی نہیں تھا۔ایک طرف کونے میں کاٹھ کباڑ رکھا تھا، جو بقول سسر کوئی بیس تیس ہزار کا تو ہوگا ہی۔

دیوا دروازے پر زور ڈالنے لگا۔دروازہ اندر سے ہی بند تھا۔

''اندر کون ہے؟'' دیور گرج کر ایسے پوچھنے لگا کہ چور اپنی زبان سے کہے گا ''جی میں ہوں۔......چور......کوئی کام تھا؟''

''کون کم بخت ہے؟''

بوا اوپر جڑھتے ہوئے بولیں۔وہ اب بھی گھر کے مردوں سے پیچھے رہنا نہیں چاہتی تھیں کہ چور عورتوں سے پردہ فرما کر، مردوں کو درشن دے کر چلا جائے۔

سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔سسر نے کاٹھ کباڑ میں سے ایک موٹا ڈنڈا ہاتھ میں اُٹھا لیا۔کرم ذرا پیچھے ہو کر کھڑا ہو گیا۔وہ جب چھوٹا تھا تو باہر سے مار کھا کر آیا کرتا تھا اور لیٹرین میں چھپ کر رو لیا کرتا تھا۔اب کہاں آگے ہوتا۔

دیور نے زور کا دھکا۔ مارا دیمک زدہ لکڑی کا دروازہ ایک ہی جھٹکے سے کھل گیا......اور......اور......اندر کا منظر بڑا بھیانک تھا......

فلیش پر لکڑی کا تختہ رکھے نوشی دیوار سے سر ٹکائے خراٹے لے رہی تھی۔ اتنی سی جگہ میں وہ بمشکل آڑی ترچھی پڑی تھی۔ بوا سے پرے......فلاں فلاں چھتوں کے رنڈوے کنواروں' لونڈوں سے...... ساس اور دیوروں سے اور قطرہ قطرہ ٹپکتے نل سے بھی......

وہ بس مزے سے خراٹے لے رہی تھی...... نیچے نل بوند بوند ٹپک رہا تھا......اُوپر موئی نوشی کا تماشا لگا تھا......

...... ◈ ◈ ◈ ......